خطوط و نکات

چل بسیں گے ایک دن ہم بھی اسی صورت میں "یار"

مکرمی ایڈیٹر صاحب' سلام مسنون

یکم ستمبر کو ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے شکاگو گیا تو ایک اسٹال پر آپ کا رسالہ "حکمت قرآن" نظر سے گزرا' جس کے چند شمارے میں ساتھ لایا تھا۔ ماشاء اللہ آپ انتہائی لائق تحسین ہیں کہ اس دور ظلمات میں اپنا چراغ باوجود بادِ مخالف کے جلائے ہوئے ہیں اور یوں دین حق کے راہروں کے لئے مشعل راہ کا کام دے رہے ہیں۔ رسالہ کے مضامین نہایت علم آموز' فکر انگیز اور تازگی ایمان کا موجب بنے اور دوستوں نے بھی پڑھ کر ایسے ہی احسان مندانہ تاثرات کا اظہار کیا ہے ؂

تسلیم کہ اک شمع کی ضوء کم ہے ' بہت کم
اک شمع بھی ظلمات میں جلتی ہے بمشکل

کتنے خوش نصیب ہیں وہ اللہ کے "پراسرار" بندے جنہیں حق نے عشق الٰہی کی نعمت سے نوازا ہے۔ ایسی شمع کا جلتے رہنا نہایت ضروری ہے۔

جولائی ۹۷ء کے شمارہ میں حافظ احمد یار صاحب کی موت کی خبر پڑھ کر افسوس ہوا کیونکہ مجھے بھی مرحوم سے رسم و راہ تھی۔ خدا مغفرت کرے۔ مرحوم ایک نہایت نیک' شریف النفس انسان تھے۔ علم دوست' اسلام پسند' قرآن سے عشق' سادہ دلی ان کا شعار' مزاج کے نہایت لطیف اور گفتگو میں نرم' لہجہ میں بہت خفیف۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں خاص مقام عطا فرمائے۔

حافظ صاحب سے میرا تعارف ۱۹۵۵ء میں ہوا جب ان کے بیٹے نعم العبد اور ذوالقرنین "نیا مدرسہ اچھرہ" میں میرے شاگرد بنے تھے۔ میں اس زمانے میں سیکنڈ ماسٹر کی حیثیت سے انگلش کے علاوہ تجوید القرآن بھی پڑھایا کرتا تھا۔ سید نقی علی صاحب مرحوم ہیڈ ماسٹر اور کوثر نیازی صاحب نیا مدرسہ بورڈ کے چیئرمین تھے۔

نعم العبد باپ کی طرح نہایت ذہین اور محنتی طالب علم تھا۔ کئی بار' کئی مضامین میں اول پوزیشن حاصل کی۔ یہ ایک نمایاں اعزاز تھا کیونکہ اس کے ہم جماعتوں میں بڑی ہستیوں کے

© rasailojaraid.

فرزندان شامل تھے۔ جیسے مولانا مودودی صاحبؒ کے بیٹے محمد فاروق اور حسین فاروق، میاں طفیل محمد اور نعیم صدیقی کے فرزندان، میاں محمد عثمان (سابق ایم این اے) اور شہریار آف دل روز ولا (کارڈیالوجسٹ) وغیرہم۔ حافظ صاحب سے میرے تعلقات کی قربت کی وجہ ہمارے ذاتی اور تعلیمی حالات میں حد درجہ مشابہت تھی۔ ابتدائی عمر میں ناداری اور قلیل وسائل کے شکار، جونیئر ٹیچر کی ٹریننگ، قرآن کی تعلیم و قراءت کا شوق، میٹرک کے بعد کی تعلیم کے مراحل بزور محنت و کاوش، Self-taught بطور پرائیویٹ طالب علم۔ وہ بھی اعلیٰ امتحانات میں فرسٹ پوزیشن حاصل کرتے رہے اور میں بھی ایم اے کے بعد انٹرنیشنل سکالر شپ حاصل کرکے پہلی مرتبہ ایک یونیورسٹی میں باضابطہ Formal داخل شدہ طالب علم کا اعزاز حاصل کر سکا۔ ١٩٦۴ء میں ہم دونوں نے پنجاب یونیورسٹی میں پڑھانا شروع کیا۔ وہ شعبہ اسلامیات میں اور میں انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں، جہاں ہم اکثر علامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب کی قیامگاہ پر علمی، ادبی اور اسلامی موضوعات پر تبادلہ خیالات کے لئے اکٹھے ہوا کرتے تھے۔

© rasailojaraid.com

عہدِ رفتہ کی یادوں کی داستان کچھ طویل ہوتی جا رہی ہے۔ مرحوم کا اس دارِ فانی کو خیرباد کہہ جانا گویا ہم باقی ماندہ ہم عصر احباب کے لئے ایک ریمائنڈر رہے کہ ؎

چل بسیں گے ایک دن ہم بھی اسی صورت میں "یار"
لوگ پھر ہم کو کہیں گے، آج "وہ" بھی چل دیئے

چونکہ حافظ صاحب کی فیملی کا ایڈریس میرے پاس نہیں ہے لہٰذا اگر کسی طرح میرا یہ تعزیت نامہ اہل خانہ تک پہنچ سکے تو ان کو ایک گونہ تسلی ہوگی اور میرا اتا پتہ پاکر خوشی بھی۔

باسط بلال صاحب کا مضمون "دورِ حاضر میں مذہب سے بیزاری" میرے لئے خصوصی دلچسپی کا موجب ہوا۔ میری زندگی کے تجربات اور مشاہدات "یہاں" بھی اور "وہاں" بھی کچھ اسی قسم کے تلخ اور مایوس کن رہے ہیں۔ میں بھی اکثر سوچا کرتا ہوں کہ آخر ایسا کیوں ہے کہ ہمارے معاشرے میں مذہب کے علمبردار بلکہ اس کے احیاء اور نظام اسلامی کے نفاذ کے داعی آخر اپنے بچوں کو مذہب کی تعلیم کی طرف نہیں بھیجتے، اس کے باوجود کہ وہ دینی علم و فراست کے حصول ہی کی وجہ سے قائد اسلام کی نمایاں حیثیت کے مالک بنتے ہیں۔ ان کا تمام تر سرمایہ اور وسائل اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے ایسے سکولوں میں صرف ہوتے ہیں جہاں وہ انگلش وما

© rasailojaraid.com

فیھا کی تعلیم سے آراستہ ہو کر بلند مرتبہ عہدوں پر فائز ہو سکیں۔ ان کا رخ اس مقصد کے حصول کے لئے کلیسا کی طرف تو ضرور ہوتا ہے مگر کعبہ کی طرف نہیں۔ یہ دین حق کے داعی' یہ حافظ' یہ قاری' یہ عالم' یہ مفتی' یہ اس صدی کے مفکر اسلام' سبھی مذہب سے بیزاری کا ذاتی نمونہ پیش کرتے ہیں جب کہ ان کی تقاریر' ان کی تحریریں اور تصانیف' ان کے انقلابی بیانات' اسلام سے محبت اور تعلق کا تذکرہ پیش کرتی ہیں۔ یہ گفتار کے غازی اپنے عمل سے کردار کے غازی نظر نہیں آتے۔ یہ آخر ایسا کیوں ہے؟ میں اکثر سوچا کرتا ہوں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد نظام اسلامی کے قیام و نفاذ کو جو عظیم تحریک چلی کتنے ہی پر جوش نوجوان اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سپہ سالارانِ اسلام کی دعوت پر صفِ اول میں شریک ہو گئے۔ مگر جب ملت اسلامیہ کی تعلیم و اصلاح کی بجائے یہی داعیان اسلام اقتدار و دولت کے حصول کی خاطر سیاست کی دلدل کی طرف بڑھنے لگے تو کئی نوجوان ان کے طرز عمل سے تائب ہو کر الگ ہو جانے پر مجبور ہو گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ قائدین مذہب و دین اپنے ذاتی عمل سے ایک نمونہ پیش کرتے' خصوصاً اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت ایسے اہم پہلو میں۔ اس لئے بھی کہ اپنے اہل خانہ کی destiny پر ان لیڈران دین کا خاصا کنٹرول بھی ہے اور اس کی ذمہ داری بھی۔ آخر کیوں یہ حضرات اپنے بچوں کو ذاتی نقش قدم پر چلنے کے قابل نہ بنا پائے؟ آخر کیوں؟ افسوس تو یہ ہے کہ اس زیاں کا احساس تک بھی نہیں ہے۔

میں بھی انہی نوجوانوں میں سے ایک تھا جو بادل نخواستہ ۳۰ سال پہلے "دیار غیر" کی طرف چل نکلا۔ جس زمانے میں میں اس شہر میں آیا تھا میں صرف اکیلا اور پہلا مسلمان تھا۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے یہاں ورجینیا ریاست کے مشرقی ساحل پر واقع اس شہر میں تین ہزار سے زائد مسلمان آباد ہو چکے ہیں اور چار مساجد بھی قائم ہو چکی ہیں' جہاں اسلامی تعلیم و اصلاح کے لئے خاصا کام بھی ہو رہا ہے اور یہاں کے مسلمان اس شہر میں ایک مثبت اور بااثر قوت بھی بن چکے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک آواز ہے اور اس آواز کی شنید بھی ہے۔ ماشاءاللہ' وماتوفیقی الا باللہ۔

دعا گو

محمد شریف حافظ

7501 Honey Suckle Road, Norfolk,
Virginia, USA, 23518

© rasailojaraid

© rasailojaraid